آئینۂ عالم

گلوبلائزیشن

تعارف-اھداف-اثرات

محمد ساجد رضا مصباحی

مذہب اسلام نے اپنی گوناگوں خصوصیات اور فطری تقاضوں سے ہم آہنگی کے سبب تھوڑے ہی عرصے میں دنیا کے نقشے میں ایک مقبول ترین مذہب کی حیثیت حاصل کر لی، چودہ سو سال کے طویل سفر میں ہر دور اور ہر زمانے میں اس کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا رہا ہے۔ آج بھی مادیت سے بے زار قومیں روحانی اطمینان و سکون کے لیے اسلام کے دامن میں پناہ لے رہی ہیں اور اسلام کی صداقت و حقانیت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں، لیکن برا ہو دنیا کی ذلیل ترین قوم یہودیوں کا جنھیں اسلام کی اشاعت و مقبولیت ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ انھوں نے روز اول ہی سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازش اور پروپیگنڈے کو اپنا نصب العین بنایا اور اسلام کے ابتدائی زمانے ہی سے اس کی روز افزوں مقبولیت سے خوف زدہ ہو کر طرح طرح کی سازشیں رچنا شروع کر دیں۔ عہد عباسیہ اور مابعد کی صلیبی جنگیں اسی مہم کا حصہ تھیں۔ ان جنگوں میں مجاہدینِ اسلام کی پیہم کوششوں اور مخلصانہ قربانیوں سے یہودیوں کو جس ذلت و رسوائی اور شرم ناک شکست سے دوچار ہونا پڑا، وہ تاریخ کا حصہ ہیں لیکن یہودی قوم کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ شکست و ریخت اور مسلسل ناکامیوں کے باوجود مایوس نہیں ہوتی اور نہ ہی ان کے عزم و استقلال میں کوئی فرق آتا ہے۔ صلیبی جنگوں کی ناکامی کے بعد یہودیوں نے طریقۂ جنگ میں تبدیلی کی اور ایک نیا لائحۂ عمل تیار کیا۔ یہودیوں کا یہ نیا نظام تحریکِ استشراق کے نام سے متعارف ہوا۔ اس تحریک نے اسلامی علوم و فنون پر تحقیق و ریسرچ کے نام پر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی جانب بے شمار غیر انسانی اور غیر اخلاقی حرکات منسوب کیں۔ اسلامی علوم و فنون میں طرح طرح سے خرد برد کرنے کی کوششیں کیں۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں بے شمار ایسے واقعات کا اضافہ کیا جن کا ماخذ یہودی دانش وروں کے عیارانہ و شاطرانہ ذہن و دماغ کے سوا کچھ نہ تھا۔ لیکن علماے امت نے اپنی حکمتِ عملی، فکر و تدبر اور دلائل و براہین کی روشنی میں ان کی ہرزہ سرائیوں کا دندان شکن جواب دے کر ان کی اس تحریک کو بھی پوری طرح ناکام بنا دیا۔ تحریکِ استشراق کی ناکامی کے بعد یہودی رہ نماؤں نے اپنے مقصد کے حصول کے لیے ایک نئی سازش رچی اور ”نئی بوتل میں پرانی شراب“ کے مصداق یہودیوں کی قدیم ترین تحریک کو ”گلوبلائزیشن“ کے نام سے میدانِ عمل میں اتارا۔

۱۹۷۳ء میں فرانس کے شہر پیرس میں مستشرقین کی انیسویں عالمی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں امریکہ کے مشہور مستشرق برناڈ لوئس نے خطاب کرتے ہوئے کہا: ”اب ہمیں مستشرق کی اصطلاح کو تاریخ کے حوالے کر دینا چاہیے۔“ برناڈ لوئس کے مشورے کو قبول کرتے ہوئے شرکا نے اتفاقِ راے سے ”گلوبلائزیشن“ کی اصطلاح وضع کی۔ اس تحریک کی قیادت امریکہ کے سپرد کی گئی۔ تحریکِ استشراق کی اصطلاح میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ اس کے طرزِ عمل اور دائرۂ کار میں بھی تجدید کاری ہوئی۔ تحریکِ استشراق کا میدانِ کار مذہب تھا، وہ بھی صرف اور صرف مذہب اسلام، جس کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے غلط فہمیاں پھیلانا اور اسلامی احکام و قوانین کی غلط تعبیر و تشریح کر کے اقوامِ عالم کو اس سے بیزار کرنا تھا۔ اس کی ساری سرگرمیاں اسلام ہی سے متعلق تھیں لیکن گلوبلائزیشن کے دائرۂ عمل میں مذہب اور اس کے متعلقات کے ساتھ ساتھ اقتصاد، سیاست اور تہذیب و ثقافت کو بھی شامل کیا گیا۔ (۱)

گلوبلائزیشن کیا ھے؟: گلوبلائزیشن لفظ کا استعمال سب سے پہلے امریکہ میں ہوا، جس کا معنی ”عالم گیریت“ ہے۔ عربی زبان میں اس کی تعبیر: ”العولمة، الكونية، الكوكبة“ جیسے الفاظ سے کی جاتی ہے۔ ویبسٹر (Webester) کی نیو کالج ڈکشنری میں گلوبلائزیشن کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

”کسی چیز کو عالمیت کا جامہ پہنانا یا کسی چیز کے دائرہ کو عالمی بنانا۔“ (۲)

گلوبلائزیشن کا مقصد: مغربی مفکرین نے گلوبلائزیشن کی جو نوع بنوع تعریفیں کی ہیں ان کی روشنی میں یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ گلابلائزیشن کا مقصد مختلف شعبہ ہاے

استاذ، جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف، اوریا

حیات کی عالم کاری اور ان کی مقامی و جغرافیائی حیثیت کو ختم کرنا ہے۔ مثلاً اقتصادیات کے باب میں گلوبلائزیشن کا مطلب یہ ہوگا کہ دنیا کوئی بھی انسان دنیا کے کسی بھی خطے میں صنعت و تجارت کے ذریعہ مالی منفعت حاصل کرسکتا ہے۔ ملکی و جغرافیائی حدود اس عمل میں اس کے لیے کسی بھی طرح رکاوٹ نہیں بن سکتے۔ سیاست کی دنیا میں گلوبلائزیشن کا مطلب یہ ہے کہ مقامی و ملکی حکومتوں کو ختم کرکے ایک ایسی عالمی حکومت وجود میں لائی جائے جس کا تابع فرمان پوری دنیا ہو اور اس عالمی حکومت کا اثر پوری دنیا پر مرتب ہو سکے۔ تہذیب و ثقافت کے میدان میں گلوبلائزیشن کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی تہذیب و ثقافت کو پوری دنیا پر مسلط کرکے علاقائی، ملکی اور مذہبی امتیازات کو جڑ سے ختم کر دیا جائے اور دنیا کی پوری انسانی آبادی کو وحدت و یکسانیت کی لڑی میں اس طرح پرو دیا جائے کہ ان کے سارے تشخصات و امتیازات کالعدم ہو جائیں۔

مغربی مفکرین کے ذریعہ کی گئی تعریفات سے گلوبلائزیشن کے جو مقاصد سامنے آتے ہیں وہ کس درجہ خطرناک ہیں، ارباب فکر و نظر پر مخفی نہیں۔ یہودیت کی تاریخ سے ادنیٰ واقفیت رکھنے والا شخص بھی اہلِ مغرب کی نیت کا کھوٹ آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ گلوبلائزیشن کے مقاصد پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو سطحِ ذہن پر درجنوں سوالات ابھرتے ہیں، مثلاً اہلِ مغرب جس عالمی حکومت کا خواب دیکھ رہے ہیں اس کی قیادت کس کے ہاتھ ہوگی۔ جس تہذیب و ثقافت کو پوری دنیا پر مسلط کرنے کی بات کی جارہی ہے وہ کس قوم اور مذہب کی تہذیب و ثقافت ہوگی اور کن بنیادوں پر اس کو پوری دنیا کے لیے لائقِ تقلید قرار دیا جائے گا؟ اقتصادیات کی عالم گیریت کے مفادات کس کے حق میں ہوں گے؟ گلوبلائزیشن کا نفاذ اقوام عالم کی باہمی رضامندی اور صلاح و مشورے سے ہوگا یا ان کا فکری استحصال کرکے غیر شعوری طور پر انھیں گلوبلائزیشن کا حامی بنا دیا جائے گا

یہ وہ سوالات ہیں جن کے جوابات سے مغربی مفکرین گریز کر رہے ہیں اور گلوبلائزیشن کی تفصیلات کو سربستہ راز بنائے ہوئے ہیں، لیکن عالم اسلام کے اہلِ فکر و نظر گلوبلائزیشن کی آڑ میں ان کے شاطرانہ اور عیارانہ مقاصد کو بخوبی سمجھ رہے ہیں۔ معروف اسلامی اسکالر ڈاکٹر مصطفیٰ محمود کہتے ہیں:

"گلوبلائزیشن ایک ایسی تحریک ہے جس کا مقصد مختلف اقتصادی، ثقافتی اور معاشرتی نظاموں، رسوم و رواج اور دینی، قومی اور وطنی امتیازات کو ختم کرکے پوری دنیا پر امریکی نظام کے مطابق جدید سرمایہ دارانہ نظام کے اندر لانا ہے۔"(۳)

ڈاکٹر صادق جلال العظم کا کہنا ہے۔"گلوبلائزیشن تمام ممالک کو ایک مرکزی ملک، امریکہ کے رنگ میں رنگنے کا نام ہے۔"(۴)

ڈاکٹر مصطفیٰ انشار کہتے ہیں:

"گلوبلائزیشن کا مطلب ہرگز مختلف تہذیبوں کو ایک دوسرے کے قریب کرنا نہیں بلکہ اس کا مطلب تمام مقامی اور قومی تہذیبوں کو مٹا کر پوری دنیا کو مغربی رنگ میں رنگ دینا ہے۔"(۴)

گلوبلائزیشن کے تعلق سے مغربی مفکرین کی صراحتوں اور عالم اسلام کے اربابِ فکر و قلم کی انکشافات سے یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ گلوبلائزیشن کا مقصد نہ تو انسانی وحدت اور بین الاقوامی مساوات کا قیام ہے اور نہ ہی اقوامِ عالم کو یکساں ترقی و تجارت کے مواقع فراہم کرنا، بلکہ اس کا بنیادی مقصد پوری دنیا پر امریکہ اور یہودیت کی بالادستی قائم کرکے مذاہب عالم کے دینی و ثقافتی تشخصات کو ختم کرنا اور اقتصادی طور پر پوری دنیا کو اپنا دست نگر بنانا ہے، اس راہ میں ان کے لیے سب سے بڑی رُکاوٹ اسلام اور مسلمان ہیں۔

گلوبلائزیشن کا دائرۂ کار: گلوبلائزیشن کے نام سے یہودیوں کی قدیم ترین تحریک کی تجدید و احیا کا مقصد چوں کہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو صیہونیت کے زیرِ اثر کرنا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اقوام عالم کے سامنے گلوبلائزیشن کو مکمل ضابطۂ حیات بنا کر پیش کیا گیا اور اس کے دائرۂ اثر کو وسیع سے وسیع تر کرنے کے لیے متعدد شعبے قائم کیے گئے۔ اصول و ضوابط کی تدوین ہوئی۔ مختلف شعبوں کے لیے کارندوں کی سرگرم جماعتیں منتخب کی گئیں۔ اب گلوبلائزیشن کا دائرۂ عمل جن خاص امور کا احاطہ کرتا ہے ان میں سیاست، اقتصاد، تہذیب و ثقافت اور اخلاق و معاشرت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

سیاسی گلوبلائزیشن: یہودیوں کے اندر کبر و نخوت کا عنصر حد درجہ پایا جاتا ہے۔ یہ قوم اقوام عالم پر اپنی بالادستی قائم کرنے کے لیے کسی بھی غیر انسانی عمل سے گریز نہیں کرتی۔ ان کا ایک دیرینہ خواب یہ ہے کہ پوری دنیا میں اپنی بالادستی قائم کرکے ایک ایسی حکومت کا قیام عمل میں لایا جائے جس کی باگ ڈور بظاہر اقوام

متحدہ کی "سلامتی کونسل" کے ہاتھ میں ہو لیکن پس پردہ اس کے سیاہ و سفید کا مالک یہودی لابی ہو، دنیا بھر کی حکومتوں کے اختیارات محدود کر دیے جائیں اور ان کی حیثیت ایسی ہی ہو جیسی کسی ملک میں ایک سرگرم تنظیم کی ہوا کرتی ہے۔ سیاسی، اقتصادی اور دفاعی امور سے متعلق سارے اختیارات عالمی حکومت کے ہاتھ میں ہوں۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نیویارک ٹائمس (New York Times) نے امریکی وزارتِ دفاع کی تجزیاتی رپورٹ کے ذیل میں لکھا تھا:

"حکومتوں کے غیر ذمے دارانہ تصرفات پر پابندی ضروری ہے اور یہ کام بغیر عالمی نظامِ حکومت کے قیام کے ممکن نہیں جس طرح بین الاقوامی عدالت حکومتوں کا محاسبہ کرتی ہے اسی طرح ہم تمام ملکوں کو ایک دائرے میں لانا چاہتے ہیں۔"(۵)

سیاست کی عالم کاری بلفظ دیگر عالمی حکومت کے قیام سے جو خطرناک نتائج عالم اسلام پر مرتب ہوں گے اس کا اندازہ ڈاکٹر صالح الرقب کے اس تجزیے سے لگایا جاسکتا ہے:

"اسلامی ممالک کی طاقت ور قیادت کو ہٹا کر کم زور اور نالائق قیادت مسلط کرنا اور امریکی مفاد میں کام کرنے والی قیادتوں کو تحفظ بخشنا سیاسی عالم گیریت کے لائحۂ عمل میں شامل ہے۔ کیوں کہ عالمِ اسلام کی قیادت اگر مغرب کی غلامی کرتی رہی تو وہاں کے عوام اور ان کی تمام تر دولت پر امریکہ ہی کا قبضہ ہوگا اور عالمِ اسلام کا قلب جو یہودی قوم کے لیے سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے، بہ آسانی امریکی پالیسیوں اور عالمی حکومت کے احکام کی بنیاد پر مکمل طور سے یہودیوں کے پاس آجائے گا۔"(۶)

مندرجہ بالا سطور میں یہودیوں کے جن خطرناک عزائم کا ذکر ہوا وہ محض نظریاتی اور فکری نہیں ہیں بلکہ ان پر عمل در آمد کے لیے میڈیا کے مختلف شعبوں کا استعمال کر کے تحریر و تقریر کے ذریعہ عوام کی ذہن سازی کا عمل جاری ہے۔ بہت دور جانے کی ضرورت نہیں آپ اپنے ہی گرد و پیش کے حالات کا بیدار مغزی سے جائزہ لیں اور روز مرہ پیش آنے والے واقعات اور اخبار، ریڈیو، ٹیلی ویژن کے ذریعہ نشر کیے جانے والے بیانات پر غور کریں تو عملی دنیا میں بھی گلوبلائزیشن کے بڑھتے اثرات بخوبی محسوس کرسکتے ہیں۔

اقوامِ متحدہ کے سابق جنرل سکریٹری ڈاکٹر "بطرس غالی" اپنی کتاب "عالمی حکومت" میں گلوبلائزیشن کے نفاذ کے مختلف مراحل کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"دوسرے مرحلے میں تدریجی طور پر اقوامِ متحدہ کی بین الاقوامی فوج کی تشکیل کی جائے گی۔ تیسرے مرحلے میں بڑے سرعت سے تمام ملکوں کو جوہری اسلحوں سے محروم کر دیا جائے گا۔ اس طرح کسی بھی ملک کے لیے یہ ممکن نہ ہوگا کہ اقوام متحدہ کی طاقت ور فوج کو چیلنج کرسکے۔"(۷)

سیاسی عالم کاری کا ایک خطرناک مقصد جو براہِ راست مسلمانوں سے متعلق ہے، یہ ہے کہ عالم اسلام کے داخلی اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کر کے افتراق و انتشار کا شعلہ اس قدر بھڑکا دیا جائے کہ انھیں خارجی امور پر توجہ دینے کا موقع ہی نہ مل سکے اور وہ خانہ جنگیوں کا شکار ہو کر بیرونی طاقتوں سے مقابلے کی پوزیشن میں نہ رہ جائیں۔ ماضی قریب میں عراق، شام، لبنان، افغانستان کے سیاسی حالات اس منصوبے کی عملی شکلیں ہیں۔ یہودیوں کی ان فریب کاریوں کو سمجھنا اور عالم اسلام کا تحفظ نیز یہودی سازشوں کے تدارک کے لیے یہ مؤثر تدابیر اور نئی راہوں کی تلاش اسلامی مملکتوں کا اجتماعی فریضہ ہے۔

اقتصادی گلوبلائزیشن: اقتصادی گلوبلائزیشن کا مطلب یہ ہے کہ صنعت و تجارت کے لیے ملکی سطح پر جو شرائط اور قوانین نافذ ہیں انھیں ختم کر دیا جائے تاکہ صنعت و تجارت کے میدان ملکی حدود میں محدود نہ رہ جائیں اور ہر شخص کو انفرادی یا اجتماعی شکل میں غیر ملکی تجارت مین سرمایہ کاری کر کے اس کے بدلے نفع حاصل کرنے کا حق حاصل ہو، اسی کو عالمی تجارت بھی کہتے ہیں۔

اقتصادی گلوبلائزیشن کے حامیوں کا کہنا ہے کہ صنعت و تجارت کے ملکی شرائط اور پابندیوں کو ختم کر دیا جائے اور ہر فرد یا جماعت کو عالمی تجارت میں سرمایہ کاری کرنے کا موقع دیا جائے تو عالمی طور پر غربت کا خاتمہ ہوگا۔ بے روزگاری دور ہوگی اور انسانی ضروریات سے متعلق چیزیں مناسب قیمتوں پر دستیاب ہوں گی، ہر ملک کا سامان ہر بازار میں فروخت ہو سکے گا۔ بعض وہ چیزیں جن تک صرف اہلِ ثروت حضرات ہی کی رسائی ہوتی ہے، معاشرے کے تمام افراد کے لیے مہیا ہوسکیں گی۔ لیکن اقتصادی گلوبلائزیشن کے طریقۂ کار اور اس کے اصول و ضوابط کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو واضح طور پر انکشاف ہوتا ہے کہ اقتصادیات کی عالم گیریت کا مقصد دنیا سے غربت و مفلسی کا خاتمہ اور خوش حالی کا حصول نہیں بلکہ اقوام عالم کا فقر و فاقہ اور غربت

کی دَل دَل میں پھنسانے کی گھنونی سازش ہے۔ اس سے عام لوگ غذائی بحران اور کساد بازاری کے شکار ہوں گے۔ خوش حالی صرف ان کمپنیوں کے مالکان کے گھروں میں آئے گی جو یہودیوں کے آلۂ کار اور یہودی تحریک کے سرگرم رکن ہیں۔

اقتصادی عالم گیریت کے نام پر یہودیوں کی منصوبہ بند سازش یہ ہے کہ اقوام عالم پر اقتصادی بالادستی قائم کرنے کے لیے متعدد ملٹی نیشنل (Multi National) کمپنیاں وجود میں لائی جائیں اور انھیں دنیا کے مختلف حصوں میں نہایت منظم انداز میں سرمایہ کاری پر لگا دیا جائے، پھر ان کمپنیوں کے توسط سے عالمی اقتصادیات کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے کر اپنی مرضی کے مطابق اس کو فروغ دیا جائے۔ بظاہر یہ کمپنیاں اپنے متعلقہ ممالک کو ٹیکس ادا کریں گی اور ان ممالک کو فائدہ بھی ہوگا لیکن اصل فائدہ کمپنیوں کے ان مالکان کے حق میں ہوگا جو یہودی تحریک کے روحِ رواں ہیں۔ مثلاً ایک روپے کے سامان میں ۳۰/ پیسے اس کے بنانے میں خرچ ہوتے ہیں۔ ۱۰/ پیسے بطور ٹیکس مقامی حکومت کو دے دیے جاتے ہیں جب کہ ۲۵/ پیسے مالکان اپنے ملک کو ٹیکس ادا کرتے ہیں، باقی ۳۵/ پیسے کمپنی مالکان کے توسط سے یہودی تحریک کے بیت المال میں پہنچتے ہیں۔ اس طرح ہر ملک کے ہر فرد کی کمائی کا بڑا حصہ یہودی تحریک کے فروغ اور صیہونی منصوبوں کی تکمیل میں استعمال ہوتا ہے۔

یوں تو اقتصادی گلوبلائزیشن کے اصول وضوابط کے مطابق کسی بھی ملک کو دوسرے ممالک کی منڈیوں میں تجارت اور سرمایہ کاری کی پوری آزادی ہے، لیکن عملی طور پر اس کا فائدہ زیادہ تر غیر ایشیائی کمپنیوں ہی کو پہنچ رہا ہے۔ تجارتی منڈیوں میں مغربی اور جاپانی کمپنیوں کا غاصبانہ قبضہ ہے جو آپس میں مقابلہ آرائی اور قیمتیں کم کر کے صارفین کی آمدنیوں کو ہڑپ رہی ہیں۔ آج ہندوستان سمیت تمام ایشیائی ممالک میں ضروریاتِ زندگی کے اکثر سامان جاپانی اور غیر ایشیائی کمپنیوں کے استعمال ہوتے ہیں اور خریداری کے وقت عام آدمی کو کبھی یہ خیال بھی نہیں آتا کہ ہمارے اس روپے کا فائدہ کس کے حق میں جارہا ہے۔ اقتصادیات کی طرف اہلِ مغرب کی توجہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ انھوں نے ماکولات و مشروبات کے میدان میں بھی سرمایہ کاری کر کے لوگوں کو اس کی جانب راغب کرنے اور اپنی مصنوعات کو عام کرنے کے لیے پروپیگنڈہ کی مختلف صورتوں کو بڑی مہارت سے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ مسلسل اشتہارات کے ذریعہ مکڈانالڈ (Micdonald) ریسٹورینٹ، کوک، پیپسی وغیرہ ماکولات و مشروبات کو معیارِ زندگی باور کر کے اپنی تہذیب و ثقافت کے فروغ کے ساتھ ساتھ اقتصادی فائدے بھی حاصل کر رہے ہیں۔

اس تہذیبی و اقتصادی استحصال کے شکار دنیا کی دوسری قوموں کے ساتھ ساتھ مسلمان بھی ہو رہے ہیں۔ اسلامی تہذیب و ثقافت کے سب سے قدیم مرکز سعودی عرب کے شہر ریاض میں جب پہلی بار فاسٹ فوڈ ریسٹورینٹ مکڈانالڈ (Micdonald) کھلا تو عرب رؤسا اتنی بری تعداد میں اپنی گاڑیوں سے وہاں پہنچے کہ آس پاس کی تمام بڑی شاہراہوں پر ٹریفک جام ہوگیا۔ محکمۂ ٹریفک کی تحقیقات سے پتہ چلا کہ یہ سارے شیوخ فاسٹ فوڈ کھانے مکڈونالڈ ریسٹورینٹ جا رہے ہیں۔ امریکی کمپنیاں ہندوستان میں بھی مکڈانالڈ اور پزّا (Pizza) جیسے کئی ریسٹورینٹ کو فروغ دے کر اقتصادی استحکام حاصل کر رہی ہیں اور جدیدیت سے متاثر ہندوستانی معاشرے کے اہلِ ثروت ہندوستانی طرز کے ہوٹلوں کے بجائے امریکی کلچر کے نمائندہ ان ریسٹورینٹ کو ترجیح دے کر ان کی تہذیب وثقافت کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ اپنی کمائی کا ایک بڑا حصہ غیر ملکی کمپنیوں کی جھولی میں ڈال رہے ہیں۔

اقتصادی عالم گیریت کے خاص نشانے عرب ممالک ہیں۔ ایک سروے کے مطابق ہر منٹ میں عرب ممالک ۵۰/ ہزار ڈالر کے مقروض ہوتے جارہے ہیں۔ یہ گلوبلائزیشن ہی کی دین ہے۔ رفتہ رفتہ ان قرضوں کی وجہ سے مغربی حکومتوں کو عرب ممالک میں دخل اندازی کر کے وہاں کی حکومت کو اپنے رحم و کرم میں لینے کا موقع فراہم ہو جائے گا۔

اقتصادی عالم گیریت کے نقصانات کا اعتراف حقیقت پسند مغربی مفکرین بھی کرتے ہیں۔ مسٹر فلپ ایف کیلی (Phillip F. Kally) گلوبلائزیشن کے حامی ہیں لیکن انھیں بھی اعتراف ہے کہ:

"گلوبلائزیشن حد سے تجاوز کر چکا ہے، اگر یہ اقتصادی فلاح کا راستہ ہے تو اقتصادی بحران کا بھی بڑا ذریعہ ہے۔ اس کا مواخذہ اور احتساب ضروری ہے۔"(۸)

ثقافتی گلوبلائزیشن: تہذیب و ثقافت کا اصل عنصر مذہب ہے۔ مذہب ہی قوم کے مزاج، لباس، رہن سہن، طریقۂ

خورد و نوش اور رسوم و رواج پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس لیے تہذیب و ثقافت کو ترک کرنا در اصل مذہب سے دوری اختیار کرنا ہے۔ گلوبلائزیشن کے علم بردار سیاست اور معیشت کی عالم کاری کے بعد ثقافت کی بھی عالم کاری کے در پے ہیں۔

ان کا مقصد یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں مغربی بلکہ امریکی اقدار کا غلبہ رہے۔ پوری دنیا پر امریکی تہذیب و تمدن مسلط کر دیا جائے۔ رنگ و نسل میں اختلاف تو پایا جائے لیکن رہن سہن، زبان و بیان اور معیارِ زندگی ایک ہو۔ ایک ہی زبان پوری دنیا کی زبان ہو، بقیہ زبانوں کو فرسودہ قرار دے کر تاریخ کے حوالے کر دیا جائے۔ لوگ سوچیں تو امریکی طرزِ فکر پر سوچیں، بولیں تو امریکی طرزِ تکلم میں بولیں، کھائیں تو امریکی طرز کا کھانا کھائیں۔ دنیا کی تمام قوموں کی ضرورتیں ایک ہوں تاکہ زندگی کی مختلف ضروریات سے متعلق ملٹی نیشنل کمپنیوں کی مصنوعات کے صارفین ہر ملک میں موجود ہوں۔

بصیرت کی نگاہوں سے دیکھا جائے تو گلوبلائزیشن کا سب سے خطرناک پہلو ثقافتی عالم گیریت ہی ہے، سیاست اور اقتصادیت کی عالم کاری کا تعلق مادیّات سے ہے جب کہ تہذیب و ثقافت کی عالم کاری کا تعلق براہِ راست مذہب سے ہے، خصوصاً مذہبِ اسلام سے، کیوں کہ اسلامی تہذیب و تمدن مذہبِ اسلام کا ایک اہم جزو ہے، دنیا کی تمام تہذیبوں کو ختم کر کے مغربی تہذیب و ثقافت کو مسلط کرنے کا منصوبہ مذہبِ اسلام کے خلاف ایک خطرناک سازش ہے۔

گلوبلائزیشن کے حامیین یہودی تہذیب و ثقافت کو مثالی اور قابلِ تقلید قرار دینے کے لیے ذرائع ابلاغ اور مواصلاتی نظام کا پوری طرح استعمال کر رہے ہیں، عالمی میڈیا میں انھوں نے ایسا اثر و رسوخ قائم کر لیا ہے کہ کوئی بھی خبر ان کی رضا اور منظوری کے بغیر منظرِ عام پر نہیں آتی۔ وہ جس خبر کو جس انداز میں چاہتے ہیں پیش کرتے ہیں، دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ آج یہودی ذرائع بلاغ اس پوزیشن میں ہے کہ وہ دنیا کو جس نہج پر جس سمت لے جانا چاہے لے جا سکتا ہے، جس تہذیب و ثقافت کو معیارِ زندگی قرار دے دے، لوگ اس کو عملی جامہ پہنانا باعثِ فخر سمجھتے ہیں، یہ میڈیا ہی کی دین ہے۔

ہر قوم کا لباس اس کی تہذیب و ثقافت کا مظہر ہوتا ہے، لیکن یہودیوں نے اقوامِ عالم کی قومی و مذہبی تشخصات کو ختم کرنے کے لیے میڈیا اور وسیع پیمانے پر نشر ہونے والی فلموں کا سہارا لے کر بوڑھے بچے، جوان لڑکے اور لڑکیوں کو مغربی لباس کا دل دادہ بنا دیا ہے۔ لباس کی دنیا میں صنفی امتیازات بالکلیہ ختم ہو چکے ہیں۔ عرب قوم جو اپنے مخصوص لباس کی وجہ سے پوری دنیا میں ایک امتیازی شناخت رکھتی ہے وہ بھی اپنے قومی و مذہبی لباس کو ترک کر کے مغرب کی تقلید کو باعثِ فخر و مباہات سمجھنے لگی ہے۔ یہودیوں کی مسلسل سازشوں کے طفیل اسلامی لباس کو "دہشت گردی" کی علامت سمجھا جانے لگا ہے۔ طریقۂ خورد و نوش میں بھی امریکی تہذیب کو بڑے منظم انداز میں فروغ دیا جا رہا ہے۔ مکڈونالڈ، ہیم برگرگ (Hamburgerg)، ہاٹ ڈاگ (Hot Dog) اور پزا (Pizza) جیسے ریسٹورینٹ کو فروغ دینے کے لیے امریکہ نے باضابطہ ایسے ادارے قائم کر رکھے ہیں جہاں ان ہوٹلوں میں کام کرنے والے افراد کو تربیت دی جاتی ہے۔

غرض کہ آج امریکی ثقافت پوری دنیا میں پورے آب و تاب کے ساتھ فروغ پا رہی ہے، شاید ہی دنیا کا کوئی ملک ہو جہاں اس سیلاب نے تباہی نہ مچائی ہو، گلوبلائزیشن کے اس ثقافتی حملے کی زد میں دنیا کی تمام تہذیبیں ہیں، لیکن اصل ہدف اسلامی تہذیب ہے کیوں کہ گلوبلائزیشن کے علم برداروں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ ان کا خواب اسلامی تہذیب کو ختم کیے بغیر کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

گلوبلائزیشن کے فتنے کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں بلند فکری اور مومنانہ بصیرت سے کام لینا ہوگا، اسلامی اصول و ضوابط اور تہذیب و ثقافت پر سختی سے عمل پیرا ہونا ہوگا، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہ کوئی پہلی سازش نہیں ہے جس سے گھبرا کر ہم ہمت ہار بیٹھیں، اسلام ہر دور اور ہر زمانے میں طاغوتی طاقتوں سے نبرد آزما رہا ہے۔ لیکن تائیدِ ایزدی سے اسلام کا پرچم کبھی سرنگوں نہیں ہو سکا، مٹانے والے خود تو مٹ گئے لیکن اسلام کا چمن اب بھی سرسبز و شاداب ہے۔

-----☆☆ ماخذ و مراجع ☆☆-----

۱. لم یخشی العولمہ، زین العابدین حماد، العالم الاسلامی ۲۲ / محرم ۱۴۲۲ -

۲. New College Dictionry,p-521 بحوالہ اسلام اور گلوبلائزیشن، یاسر ندیم۔

۳. العولمہ: ص:۶، ڈاکٹر صالح الرقب، بحوالہ اسلام اور گلوبلائزیشن۔ یاسر ندیم-

۴. رسالہ المنتدی، اگست ۱۹۹۹ء بحوالہ سابق۔

۵. New York Times, 4Aug.99 بحوالہ مغربی میڈیا، ص:۸۵-

۶. العولمہ، از ڈاکٹر صالح الرقب، بحوالہ اسلام اور گلوبلائزیشن۔

۷. مغربی میڈیا، ص:۸۵-

۸. Question Incrisis, p-2 بحوالہ اسلام اور گلوبلائزیشن۔